وَلَا تَنقُصُوا المِكيَالَ وَالمِيزَانَ (۱۱/۸۴)

قومِ مَدیَن

حضرت شعیب علیہ السّلام

از ضعیفاں ناں ربودن حکمت است
از تنِ شاں جاں ربودن حکمت است
شیوۂ تہذیبِ نَو آدم دری است
پردۂ آدم دری سوداگری است

حضرت شعیب علیہ السلام

حضرت ابراہیمؑ کے تذکرۂ جلیلہ میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ آپ کی بیوی (قطورا)[1] کے بطن سے جو اولاد پیدا ہوئی، ان میں ایک بیٹے کا نام **مدین** تھا۔ حضرت اسمٰعیلؑ ارضِ حجاز میں متمکن ہوئے اور حضرت اسحٰقؑ فلسطین میں۔ مدین، حجاز کے شمال میں شام سے متصل علاقہ میں سکونت پذیر ہو گیا اور اس کی نسل، تاریخ کے صفحات پر قومِ مدین کے نام سے متعارف ہوئی۔ حضرت ابراہیمؑ کا زمانہ ۲۱۰۰ یا ۲۲۰۰ ق م ہے۔ اسی لئے قومِ مدین کے آغاز کا زمانہ ۲۰۰۰ ق م تصور کرنا چاہیئے۔ جو قافلہ حضرت یوسفؑ کو چاہِ کنعان سے بازارِ مصر میں لے گیا تھا وہ انہی مدیانیوں کا تھا۔ یہ قوم اس علاقہ میں بڑھی، پھولی پھلی۔ قریب چار سو سال تک یہی حالت

قومِ مدین

رہی تا آنکہ ان میں حضرت شعیبؑ کی بعثت ہوئی۔ جب حضرت موسیٰؑ (قبل از نبوت) مصر سے بھاگ کر نکلے ہیں، تو مدین کی بستی کی طرف ہی آئے تھے۔ قرآنِ کریم میں ہے کہ انہوں نے یہاں پہنچ کر ایک کبیر سِن بزرگ کے ہاں رہائش اختیار کر لی اور گلہ بانی کی خدمت سنبھال لی۔ انہوں نے اپنی بیٹی کا عقد حضرت موسیٰؑ سے کر دیا (ملاحظہ ہو ۲۰/۴۰؛ ۲۸/۲۲ تا آخرِ رکوع۔ تفصیل حضرت موسیٰؑ کے ذکر میں آئے گی)۔ قرآنِ کریم نے یہ نہیں بتایا کہ یہ بزرگ کون تھے لیکن بعض محققین کا خیال ہے کہ آپ حضرت شعیبؑ ہی تھے۔ تورات میں ان کا نام کہیں رعوائیل کہیں یترو اور کہیں حوباب لکھا ہے۔ مؤرخین کا خیال ہے کہ آپ کا نام حوباب ہی تھا (جیسا کہ کتاب گنتی ۱۰/۲۹ میں مذکور ہے)۔ باقی نام دراصل القاب تھے! اور یہی حوباب ہیں جو قرآنِ کریم میں شعیبؑ کے

---

[1] تورات، کتاب گنتی، باب ۱۰، آیت ۲۹ کے مطابق حوباب حضرت موسیٰؑ کے خسر کا نہیں بلکہ ان کے بیٹے کا نام تھا۔ (طلوعِ اسلام ٹرسٹ)

نام سے موسوم ہیں۔ اس اعتبار سے حضرت شعیبؑ اور حضرت موسیٰؑ کا زمانہ ایک ہی ہے یعنی ۱۶ ق م۔

اصحابُ الایکہ

توارات میں مذکور ہے کہ مدین کا ایک اور بھائی تھا جس کا نام یقشان تھا۔ اس کا بیٹا دِوان اپنے چچا مدین کے قریب ہی آباد ہوگیا۔ یہ علاقہ بہت سرسبز و شاداب اور گھنے جنگلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ قرآن کریم میں ہے کہ حضرت شعیبؑ قوم مدین کے علاوہ' اصحاب الایکہ کی طرف بھی مبعوث ہوئے تھے۔ اربابِ تحقیق کا خیال ہے کہ اصحاب الایکہ بنو دوآن ہی تھے۔ ایکہ کے معنی ہیں جنگل۔ ان کی بستی کے متعلق قرآن کریم میں ہے کہ وہ اسی شاہراہ (امام مبین) پر واقع تھی جو حجاز سے شام کی طرف جاتی ہے اور جس کا ذکر قوم لوط کی سرگذشت میں آچکا ہے۔

وَ اِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ۙ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَ اِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ؕ (۱۵/۷۸)

اور (اسی طرح) گھنے جنگل کے لوگ بڑے ظالم تھے (یعنی اصحاب الایکہ)، انہیں بھی ہم نے ظلم و سرکشی کی سزا دی۔ اور یہ دونوں بستیاں (یعنی قوم لوط اور اصحاب الایکہ کی) شارع پر سب کو دکھائی دیتی ہیں۔

یہ تھے وہ قبائل جن کی طرف حضرت شعیبؑ مبعوث ہوئے۔ (نسبی طور پر آپ مدین کے قبیلہ سے متعلق تھے)۔

وَ اِلٰی مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيْزَانَ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ

(۷/۸۵، نیز ۱۱/۸۴؛ ۲۹/۳۶)

اور اسی طرح مدین کی بستی میں شعیب کو بھیجا گیا کہ انہی کے بھائی بندوں میں سے تھا۔ اس نے کہا، بھائیو! اللہ کی عبودیت (اطاعت و محکومیت) اختیار کرو۔ اس کے سوا کوئی تمہارا معبود (آقا و حاکم) نہیں۔ دیکھو تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح ضابطہ ہدایت تمہارے سامنے آچکا ہے پس چاہیئے کہ ناپ تول پورا کیا کرو۔ لوگوں کو خرید و فروخت میں ان کی چیزیں کم نہ دو۔ ملک میں درستی کے بعد (کہ نظامِ خداوندی کے قیام سے ظہور میں آرہی ہے) خرابی نہ پیدا کرو۔

اگر تم ایمان رکھتے ہو تو یقین کرو، اسی میں تمہارے لئے بہتری ہے۔

آپ ان قبائل کی طرف سب سے پہلے رسول نہ تھے بلکہ آپ سے پہلے اور رسول بھی آ چکے تھے جن کی تکذیب کی گئی تھی۔

كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ (۲۶/۱۷۶)

گھنے جنگل والوں (اہلِ مدین) نے اللہ کے بہت سے رسولوں کو جھٹلایا۔

انہی کو حضرت شعیبؑ نے مخاطب کیا تھا۔

اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝

(۱۷۷—۲۶/۱۷۸)

جب شعیب نے ان سے کہا، "کیا تم اپنی غلط روش کے تباہ کن عواقب سے ڈرتے نہیں؟ یقین رکھو، میں تمہارے لئے (خدا کی طرف سے) ایک امانت دار رسول ہوں (میرا اتباع کرو اور مجھ پر ایمان لاؤ)۔

دولت کے نشہ میں مست

ایک تو علاقہ سرسبز و شاداب، اس پر دُور دور تک کی تجارت۔ اہلِ مدین دولت کے نشہ میں مست تھے۔ دولت کے ساتھ کثرتِ افراد بھی شامل تھی جو قبائلی زندگی میں بہت بڑی اہمیت رکھتی تھی۔ اس لئے دولت و قوت کی فراوانی سے یہ قوم طاغوتی سرکشیوں کا آتشیں پیکر بن چکی تھی۔ جب سرمایہ داری اور تجارت ایک خدا فراموش قوم کے ہاتھ میں ہوں، تو وہ لوگ جن ابلیسی حربوں سے لوگوں کا گلا گھونٹتے ہیں وہ محتاجِ تشریح نہیں۔ اس قوم میں یہ سب خرابیاں ایک ایک کر کے آ چکی تھیں۔ اس تاجرانہ "جیب تراشی" کے علاوہ، یہ لوگ اپنی قوت و کثرت کے گھمنڈ پر رہزنی سے بھی نہیں چُوکتے تھے۔ یہ ان کی عام حالت تھی۔ جب حضرت موسیٰؑ نے (بعد از نبوت) بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر مصر سے ہجرت کی ہے تو وہ انہی علاقوں میں خیمہ زن ہوئے تھے۔ بنی اسرائیل روزمرّہ کی ضروریات کی چیزیں انہی لوگوں سے خریدتے تھے۔ یہ انہیں یوں بھی لُوٹتے تھے اور پھر ہر قسم کا فتنہ و فساد بھی برپا کرتے تھے۔ تورات (سفر القضاۃ[1] اور سفر العدد) میں دیکھئے کہ انہوں نے بنی اسرائیل کے خلاف کس کس قسم کی ننگِ انسانیت حرکتیں کیں۔ ان کی عورتوں نے بنی اسرائیل

---

[1] قضاۃ، باب ۶، آیت ۱ تا ۶۔

کے نوجوانوں کو (جو درحقیقت ان کی سپاہ تھی) اپنے دامِ فریب میں اُلجھا کر بداخلاقی کو عام کرنا شروع کر دیا۔

فتنہ و فساد انہیں آہستہ آہستہ، اُن کے سرداروں سے باغی بنا دیا۔ اردگرد کے قبائل کے ساتھ سازشیں شروع کر دیں کہ بنی اسرائیل کو ان علاقوں سے نکال دیا جائے۔ غرضیکہ جس طرح ہر مستبد قوم کا شیوہ ہے، انہوں نے اس قسم کے ابلہ فریب حربوں سے بنی اسرائیل کے جواہرِ ملی کو ایک ایک کر کے چھین لینا چاہا۔ یہ تھا وہ وقت جب حضرت شعیبؑ نے انہیں للکارا اور کہا کہ وہ اس قسم کے انسانیت سوز جرائم سے کیوں غضبِ الٰہی کو دعوت دے رہے ہیں؟ سورۂ اعراف میں ہے۔

وَ اِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ .... وَ انْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِیْنَ ۝

(۷/۸۶ — ۸۵)

اور اسی طرح مدین کی بستی میں شعیب کو بھیجا گیا کہ اُنہی کے بھائی بندوں میں سے تھا۔ اس نے کہا بھائیو! اللہ کی عبودیت (اطاعت و محکومیت) اختیار کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود (آقا و حاکم) نہیں۔ دیکھو تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح ضابطۂ ہدایت تمہارے سامنے آچکا ہے پس چاہیئے کہ ماپ تول پورا پورا کیا کرو۔ لوگوں کو (خرید و فروخت میں) ان کی چیزیں کم نہ دو۔ ملک کی درستی کے بعد (کہ نظامِ خداوندی کے قیام سے ظہور میں آرہی ہے) اس میں خرابی نہ ڈالو۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو تو یقین کرو، اسی میں تمہارے لئے بہتری ہے۔

اور دیکھو (ایسا نہ کرو کہ اس دعوت کی اشاعت روکنے کے لئے) ہر راستے پر جا بیٹھو اور جو آدمی بھی ایمان لائے، اسے دھمکیاں دے کر خدا کی راہ سے روکو اور اس میں خرابیاں پیدا کرنے کے درپئے ہو۔ خدا کا احسان یاد کرو کہ تم بہت تھوڑے تھے اُس نے (امن و عافیت دے کر) تمہاری تعداد زیادہ کر دی۔ اور پھر غور کرو، جن لوگوں نے فساد کا شیوہ اختیار کیا تھا، انہیں کیسا انجام پیش آچکا ہے؟"

غور کیجئے! وہ تمام عیوب و جرائم جن کا ذکر اوپر گذر چکا ہے، کس طرح ایک ایک کر کے بیان کئے گئے ہیں۔ سورۂ ہود میں ارشاد ہے۔

وَ اِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ

مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ .... بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ۝ (۸۴—۸۶/۱۱)

اور ہم نے (قبیلہ) مدین کی طرف اس کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا۔

اُس نے کہا، "اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی عبودیت (اطاعت و محکومیت) اختیار کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود (آقا اور حاکم) نہیں۔ اور ماپ اور تول میں کمی نہ کیا کرو۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم خوشحال ہو (یعنی خدا نے تمہیں بہت کچھ دے رکھا ہے۔ پس کفرانِ نعمت سے بچو) میں ڈرتا ہوں کہ تم پر عذاب کا دن ایسا نہ آجائے جو سب پر چھا جائے گا۔

اور اے میری قوم کے لوگو! ماپ تول انصاف کے ساتھ پوری پوری کیا کرو۔ لوگوں کو ان کی چیزیں (اُن کے حق سے) کم نہ دو۔ ملک میں شر و فساد پھیلاتے نہ پھرو۔ اگر تم میرا کہا مانو، تو جو کچھ اللہ کے قانون کے مطابق تمہارے پاس رہے اسی میں تمہارے لئے بہتری ہے۔ اور دیکھو! میرا کام تو صرف نصیحت کر دینا ہے) میں کچھ تم پر نگہبان نہیں (کہ جبراً اپنی راہ پر چلا دوں)۔

دعوتِ شعیبیؑ

بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ کے ٹکڑے پر غور فرمایئے۔ دنیائے معاملات کا کونسا گوشہ ہے جو اس احاطہ کے اندر نہیں آجاتا۔ تم پوری پوری محنت کرو اور پھر اس محنت کے ماحصل کو خدا کے اس نظام کے تابع رکھو جو ربوبیتِ عامہ کے لئے متشکل ہوا ہے وہاں سے اس رزق کی تقسیم قانونِ خداوندی کی رُو سے اس طرح ہوگی کہ کسی ضرورتمند کی ضرورت رُکی نہیں رہے گی۔ جو کچھ اس طرح سے حاصل ہو، حقیقی خوشگواریاں اور سرفرازیاں اس سے ملتی ہیں۔ اس سے تمہاری صلاحیتوں کی نشوونما اور انسانیت کی پرورش ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں آیات ۱۷۹-۱۸۴/۲۶؛ ۳۶/۲۹ بھی دیکھئے۔

دعوت کا جواب

قوم کی حالت اور حضرت شعیبؑ کی دعوت ہمارے سامنے آچکی۔ اس دعوت کا بھی وہی حشر ہوا جو اس سے پیشتر کی اقوام میں ہوا تھا۔ کچھ لوگوں نے اس سے عبرت حاصل کی لیکن باقی اپنی سرکشی میں بدمست رہے (۸۶/۷)۔

قوم کی بدعنوانیاں اور حضرت شعیبؑ کی اصلاح کی کوششیں دوش بدوش آگے بڑھتی گئیں۔ حتیٰ کہ وہ قوم ان اوچھے ہتھیاروں پر اُتر آئی جو اندھی قوت کے آخری حربے ہوتے ہیں۔ قرآنِ کریم نے قوم اور حضرت شعیبؑ کے مکالمات کو اپنے خاص انداز میں بیان فرمایا ہے جسے اسی ترتیب و اسلوب سے درج کیا جاتا

ہے۔ سورۂ اعراف میں ہے۔

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ یٰشُعَیْبُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْیَتِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا ؕ (۷/۸۸)۔

اس پر قوم کے دولت مند سرداروں نے جنہیں (اپنی دنیوی طاقتوں کا) گھمنڈ تھا، کہا، اے شعیب! (دو باتوں میں سے ایک بات ہو کر رہے گی) یا تو تجھے اور اُن سب کو جو تیرے ساتھ ایمان لائے ہیں، ہم اپنے شہر سے نکال باہر کریں گے یا تمہیں مجبور کر دیں گے کہ ہمارے دین میں لوٹ آؤ۔"

تخویف و ترہیب دیکھئے جب دانش و بصیرت پر مبنی کوئی جواب پاس نہیں ہوتا تو مستبد قوتیں کن دھمکیوں پر اُتر آتی ہیں۔" یا تو اس انقلاب انگیز مسلک سے باز آجاؤ ورنہ ملک بدر کر دیئے جاؤ گے!" لیکن جن کی آنکھیں حقیقت کو بے نقاب دیکھ چکی ہوں ان پر ان دھمکیوں کا کیا اثر ہو سکتا ہے؟ حضرت شعیبؑ نے فرمایا، قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِیْنَ ۟ؕ (۷/۸۸) خواہ ہم اس مسلک کو ناپسند ہی کیوں نہ کرتے ہوں، پھر بھی اسے اختیار کر لیں؟ غور کیجئے! استبداد کے مطالبات کا کیسا صحیح نقشہ کھینچا ہے۔ مستبد قوتیں اس کی اجازت نہیں دے سکتیں کہ جسے آپ کی بصیرت درست سمجھے اسے اختیار کر لینے کا آپ کو حق حاصل ہو۔ آپ کو وہ مسلک اختیار کرنا ہوگا جسے ان کی مصلحتیں اپنے مفید مطلب سمجھیں۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ جو اللہ کا بندہ علیٰ وجہ البصیرت ان گمراہ کن راستوں کو چھوڑ چکا ہو، وہ محض استبداد کے ڈر سے ان راہوں کو کیسے اختیار کر لے؟ حضرت شعیبؑ نے فرمایا۔

قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِیْنَ ۟ؕ قَدِ افْتَرَیْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِیْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَمَا یَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّعُوْدَ فِیْهَاۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفٰتِحِیْنَ ۝ (۸۸ — ۷/۸۹)

شعیب نے کہا،" اگر ہمارا دل تمہارے دین پر مطمئن نہ ہو تو کیا جبراً مان لیں؟ اگر ہم تمہارے دین میں لوٹ آئیں، حالانکہ خدا نے (علم و یقین کی روشنی نمایاں کر کے) ہمیں اس سے نجات

دیدی ہے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم نے جھوٹ بولتے ہوئے خدا پر بہتان باندھا۔ ہمارے لئے ممکن نہیں کہ اب قدم پیچھے ہٹائیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ہم نے یہ دین اس خدا کی طرف سے پایا ہے جس کا علم تمام کائنات کو محیط ہے۔ باقی رہیں تمہاری دھمکیاں، سو ہم ان کی قطعاً پرواہ نہیں کرتے۔ ہمارا بھروسہ قوانین خداوندی کی محکمیت پر ہے۔

(اس کے بعد شعیبؑ نے خدا کے حضور عرض کیا کہ "اے پروردگار! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان سچائی کے ساتھ فیصلہ کر دے اور تو بہتر فیصلہ کرنے والا ہے!"

جب حضرت شعیبؑ کی محکم خودی کے سامنے ان لوگوں کی کوئی پیش نہ چلی تو عوام کو ڈرانا دھمکانا شروع کر دیا کہ خبردار! جو شخص اس کے پیچھے چلے گا سخت عذاب میں ماخوذ کر دیا جائے گا۔

وَ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ○ (۷/۹۰)

قوم کے سرداروں نے جو شعیب کے منکر تھے (لوگوں سے) کہا، "اگر تم نے شعیب کی پیروی کی تو بس سمجھ لو، تم برباد ہوئے۔"

غور کیجئے! دعوتِ حق و صداقت کو کس طرح رد کیا جاتا ہے! دنیا میں کوئی طاغوتی قوت ایسی نہیں جو دعوت الی اللہ کی عام تبلیغ اور اس کی اتباع و اطاعت کی اجازت دیدے۔ ابد سے یہی ہوتا چلا آرہا ہے اور ازل تک یہی ہوتا چلا جائے گا۔ آپ نے نہیں دیکھا کہ ابلیس آدم کے ساتھ اس اسٹیج پر کن دعاوی کو ساتھ لے کر آیا ہے؟ لہٰذا اگر طاغوتی قوتوں کی طرف سے کسی دعوت کی مخالفت نہیں ہوتی تو سمجھ لیجئے کہ وہ دعوت، حق و صداقت کی دعوت نہیں، خواہ اس پر خدا پرستی کے کیسے ہی جاذبِ نگاہ و نظر فریب پردے کیوں نہ ڈال دیئے گئے ہوں۔ اس لئے کہ انسانوں کے خود ساختہ نظامہائے زندگی (خواہ ان کی شکل کچھ اور نام کوئی سا کیوں نہ ہو) ان کی مفاد پرستیوں پر مبنی ہوتے ہیں اور نظامِ خداوندی نوعِ انسانی کی ربوبیتِ عامہ کے لئے وجود میں آتا ہے۔ اس سے ان لوگوں کی مفاد پرستیوں اور عیش سامانیوں پر سخت زد پڑتی ہے۔ لہٰذا ان کی طرف سے اس نظام کی مخالفت فطری چیز ہے۔ اگر وہ اس کی مخالفت نہیں کرتے تو سمجھ لیجئے کہ یہ نظام صحیح معنوں میں نظامِ خداوندی نہیں۔ حق و صداقت اور باطل و ضلالت کی دعوتوں کو پرکھنے کا یہ ایک ایسا کھلا ہوا معیار ہے جس میں کبھی، کہیں، کوئی استثناء نظر نہیں آئے گا۔ لہٰذا!

ایک نکھرا ہوا معیار

حضرت شعیبؑ کے ساتھ یہی کچھ کیوں نہ ہوتا؟

سورۂ ہودؔ میں قوم کی طرف سے ایک ایسا اعتراض درج کیا گیا ہے جو اسلام کی ایک بہت بڑی اصولی حقیقت کو اپنے آغوش میں لئے ہے۔ انہوں نے کہا۔

قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ ۝ (۱۱/۸۷)

لوگوں نے کہا، اے شعیب! کیا تیری صلوٰۃ یہ حکم دیتی ہے کہ ہمیں آکر کہے" ان معبودوں کو چھوڑ دو جنہیں تمہارے باپ دادا پوجتے رہے ہیں۔ یا یہ کہ تمہیں اختیار نہیں کہ اپنے مال میں جس طرح کا تصرف کرنا چاہو کرو۔ بس تم ہی ایک نرم دل اور راست باز آدمی رہ گئے ہو!

مذہب کے متعلق یہ ایک عام خیال ہے اور اس خیال کو ہمارے زمانے میں خاص مصلحتوں کے ماتحت اور بھی عام کیا جا رہا ہے کہ مذہب خدا اور بندے کے درمیان ایک ذاتی تعلق کا نام ہے اسے دنیاوی معاملات سے کیا واسطہ؟ مذہب کا دائرہ پوجا پاٹ، نماز روزہ" نیک عملی اور خدا پرستی" تک محدود ہے، اس سے آگے دنیاوی معاملات ہیں۔ ان

مذہب و سیاست

معاملات میں مذہب کو دخل انداز نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ خیال نیا نہیں۔ خدا کا سچا مذہب (جس کے لئے صحیح لفظ' دین' یعنی نظامِ اطاعتِ خداوندی ہے)، جہاں اور جب بھی پیش کیا گیا، خود ساختہ قوانین پر چلنے والے انسانوں نے ہمیشہ یہی کہا ہے کہ" مذہب کو ان معاملات کے ساتھ کیا تعلق"! خدا کی عبادت (بمعنی پوجا پاٹ) سے دنیا میں کوئی نہیں روکتا۔ اس سے دوسرے کا بگڑتا کیا ہے۔ آپ صبح سے شام تک اس شکل کی عبادت کرتے رہیئے آپ کو کوئی کچھ نہیں کہے گا۔ یہ وہ چیز ہے جس کی ہر جگہ آزادی ہے۔ لیکن جب آپ عبادت بمعنی عبودیت (یعنی انسانوں کی بجائے قوانینِ خداوندی کی محکومیت)، کو مذہب (یعنی دین) کی حیثیت سے اختیار کریں گے اور اس کی دعوت دیں گے تو مستبد قوتیں کبھی اس کی اجازت نہیں دیں گی۔ اس لئے کہ دنیا کا نظامِ استبداد، بعض انسانوں کو حق دیتا ہے کہ وہ دوسرے انسانوں کو اپنی مرضی کے مطابق چلائیں۔ لیکن اللہ کا نظام (یعنی دین) انسانوں سے یہ حق چھین کر اس ذات کے سپرد کر دیتا ہے جو حکومت کی فی الواقع سزاوار ہے۔ لہٰذا دوسروں پر اپنی مرضی چلانے کا خوگر انسان اسے کس طرح گوارا کر سکتا ہے؟ یہ ہے وہ جذبۂ محرکہ جس کے ماتحت مستبد قوتوں کی ہمیشہ یہ خواہش رہتی ہے کہ مذہب پوجا پاٹ کی حد تک رہے تو بالکل درست ہے، لیکن

اگر معاملات میں دخل دینے لگ جائے تو سخن درین است۔ یہی ہے وہ اعتراض جو قوم مدین نے پیش کیا۔ انہوں نے حضرت شعیبؑ سے کہا کہ آپ نمازیں پڑھتے رہیئے۔ ہم کب روکتے ہیں۔ لیکن ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ آپ کی یہ نماز کیسی ہے جو اس باب میں دخیل ہوتی ہے کہ ہم اپنے اموال میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف نہ کریں بلکہ اسے کسی اور قانون کے تابع رکھیں۔ "اموال" کے لفظ کو خاص طور پر سامنے رکھئے۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ نظامِ صلوٰۃ صرف مساجد کی چاردیواری تک محدود نہیں۔ اس کا دائرہ معاشیات کو بھی اپنے اندر لے آتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دینِ خداوندی ان ناہمواریوں کو دور کرنے کے لئے آتا ہے، جو تقسیم رزق کے بارے میں انسانوں نے اپنے خود ساختہ آئین و قوانین کی رُو سے پیدا کر رکھی ہیں۔ اور یہی وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر غیر خدائی نظام، نظامِ خداوندی کے مقابلہ میں آتا ہے اور اس سے بڑی شدت سے متصادم ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اگر تم اپنی صلوٰۃ کا دائرہ اپنی مساجد تک رکھو تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ اعتراض تو ایک طرف، میں تمہاری مساجد کی تعمیر و مرمت، روشنی، جھاڑ فانوس، فرش، قالین تک کے لئے مدد دوں گا۔ لیکن اگر تم یہ کہو کہ خدا کا قانون ہماری معاشی زندگی کو بھی محیط ہے تو اس کی ہم اجازت نہیں دے سکتے۔

یہ تو تھا آیت کے دوسرے ٹکڑے کے متعلق۔ اب پہلے ٹکڑے پر غور کیجئے۔ اہلِ مدین بت پرست تھے۔ بُت پرستوں سے پوچھئے، وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ ہم پرستش تو درحقیقت خدا ہی کی کرتے ہیں لیکن ان

مقصود سب کا ایک ہے بابا

بتوں کو خدا کی صفات کا مظہر سمجھتے ہیں۔ اس لئے ان کے ذریعے خدا کی پرستش کرتے ہیں۔ لہٰذا تمہاری نماز اور ہماری بھگتی ایک ہی منزل تک پہنچنے کے دو راستے ہیں۔ اور ایک بُت پرستوں تک ہی کیا موقوف ہے، دنیا میں کسی "خدا کے بھگت" سے پوچھئے، وہ یہی کہے گا کہ راستے مختلف ہیں لیکن قبلۂ مقصود سب کا ایک ہے۔ کسی نے خدا خدا کہہ لیا، کسی نے رام رام۔ بات ایک ہی ہے۔ یہ تعلیم بظاہر بڑی خوش آئند ہے اور دلآویز۔ اسی لئے مذہب کو خدا اور بندے کے درمیان نجی تعلق تک محدود رکھنے کے مدعی اور ساعی ہمیشہ اس قسم کے فقروں اور بزرگوں کے اقوال پیش کرتے رہتے ہیں جن سے یہ پایا جائے کہ راستے جدا جدا ہیں مطلوب سب کا ایک ہے (جمنا ایک، گھاٹ بہتیرے۔ کہت کبیر سمجھ کے پھیرے)۔ اور اس کے بعد ایک قدم اور آگے بڑھاتے

لہ تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب "نظامِ ربوبیت"۔

ہیں کہ جب عالمگیر سچائیاں سب جگہ یکساں طور پر موجود ہیں[1] تو پھر اختلافِ طریق پر کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ دوسروں کو اپنے طریق کی دعوت دے۔ جس طریق پر کوئی چلا آرہا ہے ٹھیک ہے۔ غور کیجئے، قومِ مدین نے حضرت شعیبؑ سے کیا یہی نہیں کہا؟ انہوں نے کہا کہ ہم اپنے آباء و اجداد کے جس طریق پر چلے جا رہے ہیں اور جن چیزوں کی پرستش کر رہے ہیں وہ اپنی جگہ ٹھیک ہے۔ تم جس انداز سے اپنے ربّ کی عبادت کرتے ہو وہ اپنی جگہ ٹھیک ہے۔ تمہیں کیا حق پہنچتا ہے کہ لوگوں سے یہ کہو کہ وہ اپنے طریقہ کو چھوڑ کر تمہارا طریقہ اختیار کر لیں؟

متذکرہ صدر تصریحات کو سامنے رکھ کر آیتِ زیرِ نظر پر پھر غور کیجئے اور دیکھئے کہ حقائق و عبر کا کتنا بڑا بحرِ ذخار ہے جو چند الفاظ کے سواحل میں گھرا ہوا موجزن ہے۔ دینِ الٰہی خدا اور بندے کے درمیان محض پرستش (پوجا پاٹ) کا تعلق نہیں۔ دین حکومتِ خداوندی کا ضابطۂ قوانین ہے جو انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے۔ اس لئے دنیا کا کوئی معاملہ دین کی حدود نہیں باہر نہیں۔ اور دینِ خداوندی (اسلام) میں عبادت سے مفہوم محض پرستش (پوجا پاٹ) نہیں بلکہ اس ضابطۂ قوانین کی عملی اطاعت ہے جس کا نفاذ قوت و حکومت کے بغیر ممکن نہیں۔ عبادت کی مختلف شکلیں (نماز، روزہ وغیرہ) اسی اطاعت کا محسوس مظہر ہیں اور اس نظام کے قیام و بقا کا ذریعہ (تفصیل ان امور کی اپنے مقام پر آئے گی)۔

دین کا صحیح مفہوم

قوم نے یہ کہا اور اس کے جواب میں حضرت شعیبؑ نے فرمایا۔

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّىْ وَ رَزَقَنِىْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَ مَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَاۤ اَنْهٰكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَ مَا تَوْفِيْقِىْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَيْهِ اُنِيْبُ ○ (۱۱/۸۸)

شعیب نے کہا "اے میری قوم کے لوگو! کیا تم نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے ایک دلیلِ روشن رکھتا ہوں اور اس کے فضل و کرم کا یہ حال ہو کہ اچھی

---

[1] اس مسلک کی اشاعت مولانا ابوالکلام آزاد (مرحوم) نے اپنے ترجمان القرآن میں کی تھی۔

(سے اچھی) روزی عطا فرما رہا ہو (تو پھر بھی میں چپ رہوں اور تمہیں راہِ حق کی طرف نہ بلاؤں؟) اور میں یہ نہیں چاہتا کہ جس بات سے تمہیں روکتا ہوں، اُس سے تمہیں تو روکوں اور خود اس کے خلاف چلوں (میں تمہیں جو کچھ کہتا ہوں، اس پر عمل بھی کرتا ہوں) میں اس کے سوا کچھ نہیں چاہتا کہ جہاں تک میرے بس میں ہے اصلاحِ حال کی کوشش کروں. میرا کام بننا ہے تو اللہ ہی کی مدد سے بننا ہے. میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع ہوں!

اسلاف پرستی!

اس بصیرت افروز جواب کے مختلف ٹکڑوں پر غور فرمایئے۔ قوم نے یہ کہا تھا کہ ہم اُس روش پر چلے جا رہے ہیں جو ہمارے آباء و اجداد سے ہم تک متوارث پہنچی ہے تم اس کے خلاف کیوں کہتے ہو؟ آپ نے اس کے جواب میں وہی کہا جو اس سے پیشتر ہر رسول نے اس اعتراض کے جواب میں کہا تھا، یعنی جب میرے پاس اللہ کی طرف سے ایک کھلی ہوئی روشنی موجود ہے جس سے میں غلط اور صحیح کی پرکھ کر سکتا ہوں تو پھر بلا سوچے سمجھے آنکھیں بند کئے کسی روشِ کہن پر چلے جانا کھلی ہوئی گمراہی ہے۔

یہ واضح دلیل اور کھلی ہوئی روشنی، حضرت شعیبؑ کی تعلیم تھی جو بذریعہ وحی آپ پر نازل ہوئی تھی۔

پھر اس کے بعد فرمایا کہ دوسری بات یہ ہو سکتی ہے کہ میں تمہاری تخویف و ترہیب سے ڈر جاؤں۔ لیکن ڈرے وہ جو تمہارا محتاج ہو جسے اللہ پر ایمان ہو وہ انسانوں کا محتاج کیسے ہو سکتا ہے۔ تم میرے رازق نہیں ہو مجھے رزق اس مبدا فیض سے ملتا ہے جو خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ہے، جس کا عطا کردہ رزق، درحقیقت رزقِ حسنہ (بہترین روزی) ہے۔ تم غیر اللہ کو رازق سمجھتے ہو اور ان کی محکومیت اختیار کئے ہوئے ہو. اس لئے تمہاری حالت یہ ہے کہ روٹی کے ایک ٹکڑے کے لئے تمہیں دس مرتبہ مقامِ انسانیت سے گرنا پڑتا ہے۔ لیکن میرا خدا وہ ہے کہ رزق بھی دیتا ہے اور اس کے ساتھ دنیا جہان کی سرفرازیاں بھی۔ علامہ اقبالؒ کے الفاظ میں ؎

آں خدا نانے دہد جانے دہد
ایں خدا جانے بُرَد نانے دہد

پھر فرمایا کہ تم کہتے ہو کہ میں بھی تمہاری روش اختیار کر لوں، لیکن تم یہ نہیں سوچتے کہ جس بات کو میں علیٰ وجہ البصیرت صحیح سمجھتا ہوں اور اس پر چلنے کے لئے تمہیں دعوت دیتا ہوں، تو کیا میں خود اس کے خلاف چلنے لگ جاؤں؟ میں جو کچھ تم سے کہتا ہوں، وہی کچھ خود بھی کرتا ہوں۔ باقی رہا یہ کہ میری صلوٰۃ یہ کیوں حکم دیتی ہے کہ میں

تمہارے "دنیاوی معاملات" میں بھی دخل انداز ہوں اور تم سے تمہارے آباء و اجداد کی روش کہن چھڑا کر ایک اور راہ پر لے چلوں، سو یہ اس لئے ہے کہ میں اپنی استطاعت بھر تمہاری اصلاح چاہتا ہوں اور اصلاح کے لئے یہ سب کچھ ضروری ہے۔ لیکن جو کچھ چاہتا ہوں اس کی توفیق کا اللہ سے طلبگار ہوں۔ اُسی کے قوانین کی محکمیت پر میرا بھروسہ ہے اور ہر مشکل مقام پر اُسی کی قوّت و تایید کی طرف رجعت ؛ اس کے بعد فرمایا کہ میں جو کچھ کہتا ہوں اس پر ٹھنڈے دل سے غور کرو۔ ایسا نہ کرو کہ چونکہ تم نے پہلے ہی سے دل میں فیصلہ کر لیا ہے کہ میری مخالفت ضرور کرنی ہے اس لئے میں جو کچھ کہوں اُس کا اُلٹ کرتے جاؤ۔ یہ روش سرتاپا حماقت ہے اور اس کا نتیجہ ہلاکت و بربادی۔

وَ يٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَ مَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ۝ (۱۱/۸۹)

اور اے میری قوم کے لوگو! میری ضد میں آکر کہیں ایسی بات نہ کر بیٹھنا کہ تمہیں بھی ویسا ہی معاملہ پیش آجائے جیسا قومِ نوح کو یا قومِ ہود کو یا قومِ صالح کو پیش آچکا ہے۔ اور قومِ لوط (کا معاملہ) تم سے کچھ دور نہیں۔

محض ضد! غور کیجئے! کیا دنیا میں حق و صداقت کی مخالفت عام طور پر اسی نہج سے نہیں ہوتی کہ محض ضد اور تعصب کی بنا پر فیصلہ کر لیا جاتا ہے کہ اس کی مخالفت کرنی ہے اور پھر اس کے بعد کبھی سوچا ہی نہیں جاتا کہ جو کچھ وہ کہتا ہے اس پر غور تو کر لیا جائے؟ یہی وہ راہ ہے جو سیدھی تباہی اور بربادی کے جہنم تک لے جاتی ہے۔ اس روش سے خدا کی پناہ مانگنی چاہیئے۔ حضرت شعیبؑ نے فرمایا۔

وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ۝ (۱۱/۹۰)

اور دیکھو، اللہ سے اپنی حفاظت چاہو اور اس کی طرف لوٹ جاؤ۔ میرا پروردگار بڑا ہی رحمت والا بڑا ہی محبت والا ہے۔

قوم کے پاس ان محکم دلائل کا جواب کیا ہو سکتا تھا؟ لیکن کیا انہوں نے لاجواب ہو کر اعترافِ حقیقت کر لیا؟ توبہ! نخوت و تکبّر کے شیاطین بھلا کب اس کی اجازت دیتے ہیں؟ انہوں نے کہا۔

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ

وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۖ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ۝ (۱۱/۹۱)۔

لوگوں نے کہا: "اے شعیب! تم جو کچھ کہتے ہو اس میں سے اکثر باتیں تو ہماری سمجھ ہی میں نہیں آتیں اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ تم لوگوں میں ایک کمزور آدمی ہو۔ اگر (تمہارے ساتھ) تمہاری برادری کے لوگ نہ ہوتے تو ہم ضرور تمہیں سنگسار کر دیتے۔ تمہاری ہمارے سامنے کوئی ہستی نہیں"۔

اس جواب پر صحیح تبصرہ خود حضرت شعیبؑ کے ارشاد میں موجود ہے جو اس سے اگلی آیت میں ہے۔ آپ نے فرمایا۔

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝ (۱۱/۹۲)۔

شعیب نے کہا "اے میری قوم کے لوگو! کیا اللہ سے بڑھ کر تم پر میری برادری کا دباؤ ہوا؟ اور اللہ تمہارے لئے کچھ نہ ہوا کہ اسے یونہی ساتھ رکھ لیا کہ جب کوئی اور تدبیر کارگر نہ ہو تو اسے آخری حربے کے طور پر استعمال کر لیا جائے۔ (اچھا) جو کچھ تم کرتے ہو میرے پروردگار کے احاطہ (علم) سے باہر نہیں"۔

کتنی بڑی حقیقت ہے جسے دو الفاظ میں بیان کر دیا گیا ہے۔ دنیا میں انسان، دوسرے انسانوں کا پاس خاطر تو کرتا ہے لیکن خدا کا خیال کبھی نہیں کرتا! آپ نے کیسی حقیقت کشا اور دلآویز بات کہی ہے کہ کم بختو! تمہارے

انسانوں کا پاسِ خاطر لیکن!

نزدیک میری برادری کی قوت تو ایسی ہے جس کا تم پاس کرو لیکن اللہ تعالیٰ تمہارے نزدیک (معاذ اللہ) کچھ شے ہی نہیں کہ اسکا بھی کچھ خیال رکھا جائے!

غور کیجئے! کیا دنیا میں تمام بڑی بڑی خرابیوں کی علت یہی نہیں کہ لوگ انسانوں کا پاس خاطر تو کرتے ہیں لیکن اللہ کو پس پشت ڈالے رکھتے ہیں۔ اگر اللہ کا دھیان پیشِ نظر رہے تو خلش و اضطراب اور فتنہ و فساد کی یہ جہنم سکون و طمانیت کی جنت بن جائے۔

مندرجہ صدر آیت (۱۱/۹۲) میں ظِهْرِيًّا کا لفظ بڑا معنی خیز ہے۔ عربوں کے ہاں قاعدہ تھا کہ جب وہ سفر میں جاتے تو جتنے اونٹوں کی فی الواقع ضرورت ہوتی ان سے ایک آدھ زاید ساتھ لے لیتے کہ اگر راستے میں معینہ اونٹوں میں سے کسی کو کوئی عارضہ لاحق ہو گیا یا حادثہ پیش آ گیا تو یہ فالتو اونٹ (EXTRA) کام آ جائے گا۔ حضرت شعیبؑ نے ان سے کہا کہ تم خدا کا نام ضرور لیتے ہو اور اس کے ماننے کے مدعی بھی ہو۔ لیکن عملی زندگی میں تم نے اس کی حیثیت ایک "ظِهْرِيّ" جیسی رکھ چھوڑی ہے کہ جب کوئی اور تدبیر کارگر نہ ہو تو اسے بطور آخری حربہ استعمال کر لیا جائے۔

یہ ہے تمہارا خدا کو ماننا!

غور کیجئے! کیا آج ہماری بھی یہی حالت نہیں؟

جب حضرت شعیبؑ نے دیکھا کہ قوم اپنی ضد پر بُری طرح سے جمی ہوئی ہے تو فرمایا کہ میں نے اپنا فریضہ ادا کر دیا۔ تم اگر تباہ ہونے پر تُلے بیٹھے ہو تو تمہیں اللہ کے عذاب سے کون بچا سکتا ہے؟

وَ یٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰی مَکَانَتِکُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ وَ مَنْ هُوَ کَاذِبٌ ؕ وَ ارْتَقِبُوْٓا اِنِّیْ مَعَکُمْ رَقِیْبٌ ○ (۱۱/۹۳)

اور اے میری قوم کے لوگو! تم اپنی جگہ کام کئے جاؤ، میں بھی (اپنی جگہ) سرگرم عمل ہوں۔ بہت جلد معلوم کر لو گے کہ کس پر عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کرے گا اور کون فی الحقیقت جھوٹا ہے؟ انتظار کرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔"

یعنی وہی استناجی طریق استدلال (PRAGMATIC TEST) کہ میرے پروگرام کو تکمیل تک پہنچ لینے دو، اس کے نتائج خود بتا دیں گے کہ میرا دعویٰ سچا ہے یا جھوٹا۔

✡

سورۂ شعرا میں ہے کہ قوم نے کہا کہ تمہاری ان باتوں سے تو معلوم ہوتا ہے کہ (خاکم بدہن) تمہارا دماغ ٹھیک نہیں رہا۔ تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے۔

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِیْنَ ○ (۲۶/۱۸۵)

شعیب کی قوم نے کہا، "اس کے سوا کچھ نہیں کہ تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے (جو یوں بہکی بہکی باتیں کرنے لگے ہو)۔

بشر اور رسول؟

اس لئے کہ تمہارا دعویٰ یہ ہے کہ جو کچھ تم کہتے ہو اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ تم پر اللہ کی طرف سے وحی ہوتی ہے۔ لیکن تم تو ہمارے جیسے انسان ہو۔ تم پر وحی کیسے ہو سکتی ہے؟ یعنی اُسی سازِ کہن کی صدائے بازگشت جو ہم اس سے پیشتر اُمم سابقہ کے احوال و کوائف میں سنتے چلے آئے ہیں۔

وَ مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَ اِنْ نَّظُنُّکَ لَمِنَ الْکٰذِبِیْنَ ○ (۲۶/۱۸۶)

اور تم اس کے سوا کیا ہو کہ ہماری ہی طرح کے ایک آدمی ہو (پھر تم رسول کہاں سے بن بیٹھے) بلاشبہ

ہم تمہیں جھوٹے لوگوں میں سے (ایک جھوٹا آدمی) خیال کرتے ہیں۔
اگر تم واقعی سچے ہو تو وہ عذاب لے آؤ جس کی دھمکی دے رہے ہو۔

فَأَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَاءِ إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ؀ (۲۶/۱۸۷)

اگر تم سچ بولنے والوں میں سے ہو تو آسمان کا کوئی ٹکڑا ہم پر گرادو نا! (دیکھیں تمہارا خدا کس طرح یہ کچھ کردیتا ہے!)۔

اس کے جواب میں آپ نے فقط اتنا فرمایا کہ

قَالَ رَبِّي أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ ؀ (۲۶/۱۸۸)

شعیب نے (جواب میں) کہا (گھبراؤ نہیں) میرا خدا اچھی طرح جانتا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو (اس کا قانونِ مکافات غافل نہیں ہے۔ تمہارے اعمال کی سزا مل کر رہے گی)۔

وہ تمہارے اعمال سے واقف ہے اور اعمال کے ظہورِ نتائج کا وقت بھی اُس کو معلوم ہے۔ اس لئے میں تم پر عذاب کیا لاؤں گا؟ عذاب لائیں گے تو تمہارے اعمال!

ظہورِ نتائج کا وقت

قومِ مدین اپنی بدعنوانیوں اور سرکشیوں میں آگے ہی آگے بڑھتی گئی۔ حتیٰ کہ خدا کے قانونِ مکافات کے مطابق مہلت کا زمانہ ختم ہو گیا اور ظہورِ عذاب شروع ہو گیا۔ تورات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ مدیانیوں کا فتنہ و فساد حد سے بڑھ چکا ہے اس لئے اب ان سے انتقام لو۔

پھر خداوند نے موسیٰ کو خطاب کر کے فرمایا کہ مدیانیوں کو تنگ کرو اور انہیں مارو۔ (گنتی ۱۶-۱۷/۲۵)

پھر خداوند نے موسیٰ کو خطاب کر کے فرمایا کہ اہلِ مدیان سے بنی اسرائیل کا انتقام لے اور تو بعد اُس کے اپنے لوگوں سے مل جائے گا۔ (گنتی ۲/۳۱)

چنانچہ ایک قیامت خیز جنگ ہوئی جس میں مدیانی بُری طرح سے تباہ ہوئے۔ قرآنِ کریم میں جنگ کا ذکر نہیں بلکہ اس کے بعد کا ذکر ہے جو زلزلہ اور آتش فشانی کی صورت میں اُن پر مسلّط ہوا اور جس سے ان کی بستیاں ویرانوں میں تبدیل ہو گئیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جنگ کے بعد اُنہیں مزید مہلت دی گئی کہ وہ اپنی حالت میں اصلاح کرلیں لیکن جب وہ اس پر بھی اپنی سرکشیوں اور بدعنوانیوں سے باز نہ آئے تو پھر ان کی بربادی کا وقت

آپہنچا۔ سورۂ اعراف میں ہے۔

فَاَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِىۡ دَارِهِمۡ جٰثِمِيۡنَ ۚۖ ۝ اَلَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا شُعَيۡبًا كَاَنۡ لَّمۡ يَغۡنَوۡا فِيۡهَا ۛۚ اَلَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا شُعَيۡبًا كَانُوۡا هُمُ الۡخٰسِرِيۡنَ ۝ (۹۱—۷/۹۲)

پس ایسا ہوا کہ لرزا دینے والی ہولناکی نے انہیں آلیا اور جب ان پر صبح ہوئی تو گھروں میں اوندھے مُنہ پڑے تھے!

جن لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا تھا (ان کا کیا حال ہوا؟) گویا ان بستیوں میں کبھی بسے ہی نہ تھے!

جن لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا تھا، وہی برباد ہونے والے تھے!

یہی الفاظ سورۂ عنکبوت میں ہیں۔

فَكَذَّبُوۡهُ فَاَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ فَاَصۡبَحُوۡا فِىۡ دَارِهِمۡ جٰثِمِيۡنَ ۝ (۲۹/۳۷)

تو (دیکھو) شعیب کو (اس کی قوم کے) لوگوں نے جھٹلایا۔ چنانچہ ایسا ہوا کہ لرزا دینے والی ہولناکی نے انہیں آلیا اور جب ان پر صبح ہوئی تو گھروں میں اوندھے مُنہ پڑے تھے!

حضرت شعیبؑ اس سے پہلے ہی ان سے الگ ہو چکے تھے۔

فَتَوَلّٰى عَنۡهُمۡ وَقَالَ يٰقَوۡمِ لَقَدۡ اَبۡلَغۡتُكُمۡ رِسٰلٰتِ رَبِّىۡ وَنَصَحۡتُ لَـكُمۡ‌ۚ فَكَيۡفَ اٰسٰى عَلٰى قَوۡمٍ كٰفِرِيۡنَ ۝ (۷/۹۳)

بہرحال شعیب ان سے کنارہ کش ہوگیا۔ اُس نے کہا "بھائیو! میں نے پروردگار کے پیغامات تمہیں پہنچا دیے تھے اور تمہاری بہتری چاہی تھی (مگر جب تم نے جان بوجھ کر ہلاکت کی راہ پسند کی) تو میں نہ ماننے والوں (کی تباہی) پر اب کیسے افسوس کروں۔

آیت کے آخری الفاظ پر غور فرمایئے۔ ان میں بظاہر قوم کے عبرت انگیز انجام سے بے تعلقی پائی جاتی ہے لیکن ذرا گہرائی میں جا کر دیکھئے تو اس بے تعلقی میں یاس و تأسف اور ہمدردی و شفقت کے کس قدر نازک اور شدید جذبات مضمر ہیں! مصلحین کو بھی کیسا دردمند دل عطا ہوتا ہے (نیز دیکھئے ۹۴ – ۱۱/۹۵ ؛ ۲۶/۱۸۹)۔

یہ ہے سرگذشتِ قوم مدین۔ اصحاب الایکہ کا ضمنی ذکر قرآنِ کریم کے دو اور مقامات میں بھی آیا ہے۔

وَ ثَمُوْدُ وَ قَوْمُ لُوْطٍ وَّ اَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ ؕ اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ ۝ (۳۸/۱۲-۱۳؛ ۵۰/۱۲-۱۴)
اور ثمود اور قومِ لوط اور گھنے جنگلوں والے (اہلِ مدین) سب کے سب تباہ کر دیئے گئے۔ یہ سب بڑی بڑی جماعتیں تھیں۔ (مگر جب عذاب آیا تو ان کی جمعیت کچھ بھی کام نہ آئی)۔

خلاصۂ مبحث

حضرت ابراہیمؑ کا ایک بیٹا مدین، حجاز کے شمال میں شام سے متصل علاقہ میں آباد ہو گیا تھا۔ اس کی نسل، قومِ مدین کہلائی۔ اس قوم کی طرف حضرت شعیبؑ مبعوث ہوئے۔ یہ قوم، قوت اور دولت کے نشہ میں بدمست، کمزور و ناتواں انسانوں کی بیحد حق تلفی کرتی تھی۔ ان کا معاشی نظام بیحد ناہموار اور سلب و نہب پر مبنی (سرمایہ دارانہ) تھا۔ حضرت شعیبؑ نے انہیں اس ظلم و فساد سے روکا تو انہوں نے چاہا کہ کسی طرح باہمی مصالحت (COMPROMISE) کی صورت نکل آئے جس کی رُو سے حضرت شعیبؑ "خدا کی عبادت" اپنے طور پر کرتے رہیں اور اس قوم کے "دنیاوی" معاملات میں دخل نہ دیں۔ لیکن انہوں نے دین کا مفہوم ہی نہیں سمجھا تھا۔ دین میں اس قسم کی تفریق کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت شعیبؑ نے اپنے مشن کو جاری رکھا اور قوم نے جی بھر کے مخالفت کی۔ بالآخر قانونِ مکافاتِ عمل کی رُو سے ان کی تباہی کوہِ آتش فشاں کی شعلہ باریوں کی صورت میں اُن پر مسلط ہو گئی اور اس قوم کے فقط افسانے باقی رہ گئے۔

ان کے بعد انبیاء کرامؑ کا تذکرۂ جلیلہ (۱) **برقِ طور** اور (۲) **شعلۂ مستور** میں ملے گا اور پھر حضور خاتم النبیینؐ کے تذکارِ جمیلہ "معراجِ انسانیت" میں۔ واللہ المستعان!

پرویز

کتبہ عبدالجبار